67

امراء اور حکام کو دعوت الی اللہ کی جائے

(فرمودہ ۱۶- ستمبر ۱۹۳۲ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ہر کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ دروازے بنائے ہوئے ہیں جب تک ان دروازوں سے گزر کروہ کام نہ کیا جائے، ترقی اور کامیابی نہیں ہو سکتی- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا کہ دروازوں کے ذریعہ گھروں میں داخل ہوا کرو- جس قسم کا بھی کوئی گھر ہو، اسی قسم کے دروازہ سے اس میں داخل ہونا چاہئے- اگر اینٹ چونے یا گارے کا بنا ہوا مکان تو اسی قسم کے دروازہ میں سے گزرنا چاہئے جو ایسے مکان کا ہوا کرتا ہے- جو شخص اس طریق کو چھوڑتے ہوئے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا، تمام لوگ اس کو بے وقوف کہیں گے- کوئی شریف عقلمند اور باوقار انسان پسند نہیں کرے گا کہ دروازے کو چھوڑ کر دیواریں پھاند کر گھر میں داخل ہو یا رستے ڈال کر مکان پر چڑھنے کی کوشش کرے- سوائے اس حالت کے کہ دروازہ اندر سے بند ہو گیا ہو اور مکان میں داخل ہونے کا کوئی اور ذریعہ نہ رہے- اسی طرح جو اینٹ مٹی یا چُونے کے گھر نہیں بلکہ علمی یا تمدنی گھر ہیں جن کے لئے ہم عام طور پر دائرہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں، ایسے علمی یا تمدنی گھر کے لئے اسی طرح کے دروازہ کی ضرورت ہے-

ہماری جماعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے گھر سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا تمہاری جماعت بھی ایک گھر ہے جو اس میں آجائے گا وہ امن میں آجائے گا- کشتی بھی اسی طرح کا گھر ہی ہے- دوسرے گھر خشکی پر ہوتے ہیں یہ پانی پر ہوتا ہے- اس گھر میں بھی انسان دروازہ ہی سے داخل ہو تبھی کامیابی ہو سکتی ہے- میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کامیابی کے لئے کوشش کرتی

ہے' چندے دیتی ہے' قربانیاں بھی کرتی ہے لیکن بہت سے دروازے ایسے ہیں جن کو ہم نے چھوڑا ہوا ہے اور جن میں سے گزرنے کے بغیر کامیابی بھی نہیں ہو سکتی۔

چند دن سے میں غور کر رہا ہوں کہ روحانی اور ملی امور کی تکمیل کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے ابھی ہم نے ان کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا۔ اور ان تمام دروازوں سے گزر کر ہم ان تمام راستوں پر نہیں چلے جن میں سے گزر کر ہمارا چلنا کامیابی کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔ میں دیکھتا ہوں ہماری جماعت میں عام طور پر دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک تو عام طبقہ میں سے معمولی ملازمین کی ایک جماعت ہے جن کی تنخواہیں بیس پچیس سے شروع ہو کر ایک سَو تک پہنچتی ہیں' بعض زیادہ تنخواہوں والے بھی ہیں لیکن بہت کم۔ دوسرے زمیندار لیکن وہ بھی اتنی بڑی حیثیت کے نہیں۔ لیکن کوئی قوم صرف ان دو جماعتوں کے لوگوں کے ذریعہ ترقی کے تمام مدارج نہیں طے کر سکتی۔ پھر یہ بھی دونوں گروہ اپنی مکمل حیثیت میں ہمارے پاس نہیں ہیں۔ نہ تو تمام قسم کے ملازمین ہماری جماعت میں ہیں' نہ تمام درجوں کے زمیندار احمدی ہیں بلکہ ابھی ان کے بہت سے طبقے ہم سے علیحدہ ہیں۔ لیکن پھر بھی یہی دو طبقے ہیں جن میں ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ شروع شروع میں انہیں دونوں طبقوں کے لوگ جماعت میں داخل ہوئے۔ اور جہاں یہ بات ہمارے لئے خوشی کا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو ترقی دے رہا ہے وہاں ہمیں یہ بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس خوشی کے حصول کی کئی کوششوں سے ابھی ہم خالی ہیں مثلاً کئی رنگ کی تبلیغیں ایسی ہیں جو صرف تاجروں کے ذریعہ اور صرف تجارتی کاروباری ہی ہو سکتی ہیں۔ تاجروں کے ذریعہ ہم بغیر کسی خرچ کے غیر ممالک میں تبلیغ کر سکتے ہیں افریقہ میں اسلام تاجروں کے ذریعہ ہی شروع شروع میں پہنچا تھا۔ لیکن ہماری جماعت میں تاجروں کی بہت کمی ہے اور جو ہیں ان میں ایک بھی ایسا نہیں جس کو بہت بڑا تاجر کہا جا سکتا ہو۔ ادھر یہ بات عقل میں نہیں آ سکتی کہ تمام بڑے بڑے تاجر متعصب ہوں یا اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت سے محروم رکھنے کا فیصلہ کر دیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بہت سے تاجروں میں اسلام پھیلا تھا اور بہت سے بڑے بڑے تاجر مسلمان تھے۔ پس اگر ہماری جماعت میں تُجّار کی کمی ہے تو اس میں کسی غیر کا قصور نہیں بلکہ خود ہماری غفلت اور سستی ہی اس کا موجب ہے۔

اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ آزاد پیشہ ور بھی ہماری جماعت میں بہت کم ہیں۔ کامیاب پریکٹس کرنے والے ڈاکٹروں' وکیلوں اور صنعت و حرفت کا کام کرنے والوں' ٹھیکیداروں وغیرہ کی

تعداد ہم میں بہت کم ہے۔ حالانکہ کارخانہ دار صنعت و حرفت کے کام کرنے والے ٹھیکیدار اور آزاد پیشہ ور ہی وہ لوگ ہیں کہ حکومتوں میں جیسا ان کی آواز کا اثر ہوتا ہے کسی اور کا نہیں ہوتا۔ ملازمین کا طبعی طور پر اثر نہیں ہوتا۔ زمینداروں کا بھی بہت کم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے کام کی وجہ سے شہر سے باہر رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ لیکن آزاد پیشہ ور شہروں میں رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر شہر کو چھوڑ کر کسی جنگل میں کُٹیا بنا کر بیٹھ جائے یا وکیل آبادی کو چھوڑ کر کسی بن میں پریکٹس کرنے کے خیال سے بیٹھ جائے تو نتیجہ یہی ہوگا کہ جلدی ہی فاقوں مرنے لگے گا۔ اگرچہ آواز کی تکمیل شہروں اور دیہاتوں سے مل کر ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی زیادہ غلبہ شہری لوگوں کی آواز کا ہی ہوتا ہے۔ دیہاتی آواز کو سننے والا ایک کانسٹیبل یا ہیڈ کانسٹیبل ہوتا ہے جس کی نگاہ میں حکومت کی طاقت اور قوت تو ہوتی ہے لیکن اس کی کمزوریاں اس کے سامنے نہیں ہوتیں۔ اس لئے خواہ کتنا ہی بڑا مظاہرہ اور زوردار آواز ہو' وہ یہی سمجھتا ہے کہ اسکی کوئی حیثیت نہیں۔ حکومت جب چاہے گی اسے کچل ڈالے گی یا پھر دیہاتی آوازوں کو سننے والا تھانیدار ہوگا بے شک وہ اسے سمجھے گا تو خفیف لیکن نہ اتنا خفیف جتنا کانسٹیبل سمجھتا ہے کیونکہ وہ اس سے کچھ زیادہ حکومت کے حالات سے واقف ہوتا ہے۔ پھر سپرنٹنڈنٹ کا اندازہ تھانیدار سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ تمام ضلع کی رپورٹیں اسکے پاس آتی ہیں اور وہ جانتا ہے کہ یہ آواز مقامی نہیں بلکہ دوسرے علاقوں میں بھی اس کا اثر ہے۔ لیکن شہروں کی آواز سننے والے بڑے افسر ہوتے ہیں اس لئے جہاں ایک طرف پبلک کی آواز ان کے کانوں میں پڑتی ہے اور اسی کے مظاہرے ان کی آنکھوں کے سامنے آتے ہیں وہاں دوسری طرف وہ حکومت کی کمزوریوں سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے تاثرات بھی چھوٹے افسروں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ وہی مظاہرے جو ایک معمولی عہدیدار کی نظر میں معمولی ہوتے ہیں' ایک بڑے افسر کے نزدیک ان کی حیثیت ایسی ہوتی ہے کہ وہ ان کی طرف متوجہ ہونا اور ان کے لئے کوئی انتظام کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اگر ملک کے فسادات کے متعلق پولیس کی رپورٹیں پڑھی جائیں تو معلوم ہوگا کہ ایک ہی واقعہ کے متعلق ایک ہیڈ کانسٹیبل کی رپورٹ کانسٹیبل کی رپورٹ سے مختلف ہوگی۔ تھانیدار اس سے فرق کرے گا۔ انسپکٹر کچھ اور فرق کے ساتھ اور سپرنٹنڈنٹ کچھ اور فرق ڈال کر اپنی رپورٹ اوپر بھیجے گا۔ یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ ایک کی نگاہ میں اور واقعات ہوتے ہیں اور دوسرے کی نگاہ میں اور بلکہ وہ سب ایک ہی واقعہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ہاں اس کے تأثرات چونکہ ہر ایک اپنی حیثیت کے

مطابق لیتا ہے اس لئے بڑے آدمی پر بڑے تاثرات ہوتے ہیں۔ اور معمولی حیثیت والے پر معمولی۔ اس وجہ سے ان کی رپورٹوں میں فرق پڑ جاتا ہے۔ یوں بھی شہروں کی آواز مجموعی حیثیت سے بلند ہوتی ہے۔ اور دیہات میں انفرادی طور پر اسے اٹھایا جاتا ہے۔ ان وجوہات کی پیش نظر شہروں کی آواز اپنے اثر کے لحاظ سے بہت اہم ہوتی ہے۔ لیکن کوئی شہری اپنے آپ کو آزاد نہیں کر سکتا۔ اس کے کام ایسے ہوتے ہیں کہ وہ جلدی تھک جاتا ہے۔ لیکن گاؤں والا چونکہ مشقت کی زندگی گزارنے کا عادی ہوتا ہے اس لئے وہ قربانیاں بھی زیادہ کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے ہنگامی کاموں کے وقت مصیبت کی گھڑیوں میں گاؤں کے لوگ ہی کام آتے ہیں۔

میری ان باتوں کا یہ مطلب نہیں کہ ملازمین کا طبقہ بالکل ہی بے کار ہے' نہیں بلکہ ملازمین میں بھی ایک عنصر بہت مفید ہے اور بعض اوقات جو کچھ وہ فائدہ پہنچا سکتا ہے کوئی دوسرا نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن اس سلسلہ میں بھی ہماری جماعت کمزور رہی ہے۔ تمام بڑے بڑے زمیندار آزاد پیشہ ور کارخانہ دار حکومت کے ملازم ہماری تبلیغ سے محروم ہیں۔ اور دیدہ دانستہ جان بوجھ کر ایسے لوگوں کو تبلیغ نہیں کی گئی۔ ہاں اتفاقی یا ضمنی طور پر اگر ایسے لوگوں کو احمدیت کی تعلیم پہنچ گئی ہو تو وہ اور بات ہے۔ ورنہ قصداً اور ارادتاً ایسے لوگوں کو تبلیغ نہیں کی گئی۔ جج' ای۔ اے۔ سی' پولیس کے عہدیدار' فوج کے بڑے بڑے افسر یہ وہ لوگ ہیں جن تک ہماری آواز نہیں پہنچی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جماعت اس دائرہ میں ترقی نہیں کر رہی اور یہ دائرہ بند ہے۔ حالانکہ جماعت کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ تبلیغ ہر طبقہ میں ہو۔ اسی طرح ایک علمی طبقہ ہے۔ کالج کے پروفیسروں کا جو اپنی تعلیم تو بے شک کالج کی چار دیواری میں ہی دیتے ہیں لیکن فی الحقیقت وہ ایک عالمگیر اثر رکھتی ہے کیونکہ اس تعلیم کو اخذ کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے آئندہ قوم بنتی ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ آئندہ بننے والی قوم کے خیالات انہیں پروفیسروں کے خیالات اور رجحانات کا چربہ یا عکس ہوتے ہیں۔ اور ان کی ذہنیت کو جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ اکثر ان میں سے روحانیت سے دُور اور اسلامی تعلیم سے بے بہرہ ہوتے ہیں اس لئے لڑکوں کو اپنے من گھڑت خیالات ہی بتلاتے رہتے ہیں اور زہریلے مادے طالب علموں کے قلوب میں ڈالتے رہتے ہیں۔ استاد کی بتلائی ہوئی بات کا شاگرد پر گہرا اور دیرپا اثر ہوتا ہے اس لئے نوجوان وہی رَوش اختیار کر لیتا ہے جو اس کے استاد کی ہوتی ہے۔ اور جوش رکھنے والا طالب علم خود بھی وہی خیالات اپنی طرف سے پھیلانے شروع کر دیتا ہے اور اس سے جو سنتا ہے وہ اپنے

خیالات سمجھتے ہوئے آگے پھیلاتا ہے اور قطعاً خیال نہیں کرتا کہ ایک چھوٹے آدمی کو بڑا آدمی سمجھ کر وہ اس کے برے خیالات کو قبول کر چکا ہے۔ اس طرح ہوتے ہوتے ان غلط خیالات کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے اور ہزارہا طالبعلم وہ خیالات پھیلاتے ہیں جو ان کے پروفیسروں کے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم کی ترقی سے بجائے اس کے کہ ہمارے لئے آسانیاں پیدا ہوں' ہمارے لئے پہلے سے بھی زیادہ مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔

ایک دفعہ میں نے اسی خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے جس کا اظہار کیا ہے ایک دوست سے مجلس مشاورت میں تحریک کرائی تھی کہ حکومت کے بڑے بڑے عہدہ داروں' زمینداروں اور کارخانہ داروں کو تبلیغ کے لئے ہمیں خاص طور پر توجہ دینی چاہئے۔ اور فی الحال اس غرض کے لئے چند مبلغ مقرر کر دینے چاہئیں جو اپنا تمام وقت ایسے لوگوں کو تبلیغ کرنے میں صرف کریں۔ جیسا کہ میری عادت ہے اس امر کو مجلس میں پیش کرنے سے پہلے میں نے خاص رہنمائی ضروری نہ سمجھی لیکن جب وہاں معاملہ پیش ہوا تو اس کی شدید مخالفت کی گئی۔ ایسے مبلغ کو جو امراء کو تبلیغ کرے امیر مبلغ کا نام دیا گیا اور بڑے زور سے کہا گیا کہ کیا ہماری جماعت میں بھی بڑے چھوٹے کا سوال پیدا ہونے لگ گیا حالانکہ یہ فرق غیر کا قائم کیا ہوا ہے' ہم نے قائم نہیں کیا۔ اور چونکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم امراء کے طبقے میں بھی جائیں اس لئے ہمیں اس کا انتظام کرنا پڑے گا۔ غرض اس وقت عام رَو اسی طرف چل گئی کہ ہم نے تو سب کو برابر تبلیغ کرنی ہے جو سنتا ہے سنے جو نہیں سنتا نہ سنے۔ اس وقت بھی میں نے جیسا کہ میری عادت ہے کثرت رائے کا احترام کرتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ دے دیا حالانکہ میں اس کثرت رائے کے فیصلہ کو توڑ سکتا تھا اور ہر خلیفہ کا حق ہے کہ آخری فیصلہ جیسا چاہے صادر کرے۔ اپنے اس حق کو جہاں چاہتا ہوں برتتا بھی ہوں لیکن اس موقع پر میں نے مناسب نہ سمجھا کہ دخل دوں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ملک کے بارسوخ اور بڑے طبقہ میں ہماری تبلیغ بالکل نہیں ہو رہی۔ اور یہ لوگ الٰہی ہدایت سے بالکل محروم ہیں۔ ہماری جماعت نے ابھی تک اس طرف بالکل توجہ نہیں کی' حتیٰ کہ ہمارے مبلغ بھی اس طرف کبھی متوجہ نہیں ہوئے۔ سوائے ایک دو آدمیوں کے جن کی تبلیغ سے چند ایک بڑے بڑے گھرانوں میں احمدیت پہنچی ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ سوائے ایک شخص یعنی چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے کوئی اس طرف متوجہ ہی نہیں۔ لیکن ان کی اُفتادِ طبع کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ آہستگی اور سہولت سے چلتے ہیں۔ اس تبلیغ کو وہ اگر جوش و خروش سے شروع کر دیں تو شاندار نتائج نکل

سکتے ہیں۔ لیکن ہر شخص کی طبیعت ایک جیسی نہیں ہوتی کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ[۲] غرض سوائے چودھری صاحب کے دوسرے لوگ اس طرف متوجہ نہیں حالانکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم تمام قسم کے لوگوں کو اپنے اندر شامل کریں تا ہماری روحانی اور تمدنی ترقی ہو۔ دین اور ہدایت جس طرح صرف امیروں کے لئے نہیں اسی طرح اس کے مالک صرف غریب ہی نہیں۔ میں نے بتلایا ہے اور لوگ تو الگ رہے ہمارے مبلغوں کی بھی اس طرف توجہ نہیں۔ ان سے یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جس علاقہ میں جائیں وہاں کے بڑے لوگوں اور افسروں سے مل ہی آئیں اور واقفیت پیدا کر کے انہیں تبلیغ کریں۔ یہ میں صرف دیسی اعلیٰ افسروں کے متعلق ہی نہیں کہتا بلکہ کوئی وجہ نہیں جب ہم ولایت میں تبلیغ کرتے ہیں تو ہندوستان میں رہنے والے انگریز افسروں کو تبلیغ نہ کریں۔ آج کل انگریز فوجی افسروں میں یہ رَو چلی ہوئی ہے کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ جنگ عظیم میں جب یہ اسلامی ممالک میں گئے تو وہاں ان کو اسلام کی طرف توجہ پیدا ہو گئی۔ ہمیں اس رَو سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ایک موقع پر ایک ذمہ دار اور بارسوخ جرنیل نے خود بیان کیا کہ مجھے اسلام سے بے حد دلچسپی ہے اور فوج کے اور بہت سے عہدیداروں میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے۔ ایک اور فوجی افسر نے اسلام کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا۔ وہ اسلام کے اصول سے تفصیلی طور پر تو واقف نہیں تھا۔ اس کو چند باتیں بتلائی گئیں اور کچھ لٹریچر بھی دیا گیا۔ اس نے اسے پڑھنے کا وعدہ بھی کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اپنے فرائض کی نوعیت کے باعث ہمیں پڑھنے کے لئے زیادہ فُرصت نہیں ملتی۔ جو باتیں گفتگو میں سن لیں، سن لیں۔ دوسری کتابوں میں سے بھی صرف محکمہ کی کتابیں مجبوراً پڑھنی پڑتی ہیں۔ آخر میں اس نے پھر اعتراف کیا کہ اسلام کے اصول کا اس کے قلب پر بہت اثر ہے۔ اس کے بعض اور فوجی دوست بھی اس طرف مائل ہیں۔ خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب امام مسجد لنڈن کی رپورٹوں سے بھی پایا جاتا ہے کہ فوج کے افسر اسلام کی طرف بہت میلان ظاہر کر رہے ہیں۔ دوسرے بہت سے مختلف علاقوں سے ایسی رپورٹیں آ رہی ہیں۔ جب یہ حالت ہے تو کیوں نہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں۔ پس ہمارے مبلغوں کو چاہئے کہ جہاں جہاں وہ جائیں وہاں کے افسروں سے ملتے رہیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ واقفیت کے بعد تبلیغ کریں۔ جہاں بار بار ملنے کا کم موقع ہو، ایسے لوگوں کو پہلی دفعہ ہی تبلیغ کر دیں۔ مثلاً کہا جا سکتا ہے کہ میں فلاں غرض سے یہاں آیا تھا آپ کی موجودگی کا علم پا کر میں نے چاہا کہ پیغام حق آپ کو بھی پہنچا دوں۔ اس طرح سلسلہ کا نام اس کے گوش گزار کیا جا سکتا ہے۔ بسا اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں

بڑے بڑے نتائج پیدا کر دیتی ہیں۔ جہاں ہم مسلمانوں کے حقوق کے لئے دوسروں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہیں، وہاں ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ دنیا کی تمام قوموں میں رابطہ و اتحاد قائم کریں۔ سیاسی حالات میں ہم ہندوؤں کو بھی بھائی سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ احمدیوں کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ وہ تعصب کی پٹی آنکھوں پر سے ہٹا کر ہر قوم کے حقوق کی حفاظت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ احمدی ہر جگہ مساوات کا سلوک کرتے نظر آئیں گے۔ احمدی افسر جہاں جاتے ہیں اسی لئے کامیاب رہتے ہیں کہ وہ ہر ایک سے مساوی سلوک کرتے ہیں۔ اور ہر ایک سمجھتا ہے کہ فلاں افسر انصاف سے کام کرتا ہے۔ باہر جب کسی کا خواہ وہ ہندو اور عیسائی کیوں نہ ہو کسی احمدی سے جھگڑا ہوتا ہے تو وہ عیسائی یا ہندو کوشش کرتا ہے کہ عدالت میں جانے کی بجائے مقدمہ ہمارے پاس لے آئے۔ چنانچہ آئے دن ایسے مقدمات قادیان میں آتے رہتے ہیں۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ ہم پر ہر قوم کے لوگ اعتماد رکھتے ہیں۔ اس اعتماد کو بڑھانا ہمارا فرض ہے۔ ہندوؤں سے آج کل بعض معاملات میں ہمارا اختلاف رائے ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اگر ہم ہندو افسروں کو تبلیغ کریں گے تو وہ سنیں گے نہیں غلط ہے۔ کیونکہ جب ہم انہیں یقین دلائیں گے کہ مسلمان آج کل مظلوم ہیں اور ہم جو ان کے حقوق کی حفاظت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو صرف مظلوم کی حمایت میں ورنہ کسی سے ہمیں دشمنی نہیں تو کون عقلمند اور شریف انسان ہماری بات سننے سے انکار کرے گا۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہزادہء امن بنا کر بھیجا گیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہر مذہب و ملت کے آدمی سے ہماری راہ و رسم ہو۔ ان سے ملاقاتیں کی جائیں اور پھر انہیں وہ آسمانی پیغام پہنچایا جائے جس کو ہم سن چکے ہیں۔ اس طرح ایک طرف ہم جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شہزادۂ امن بنانے کی جو غرض ہے اس کو پورا کرنے والے ہوں گے وہاں دوسری طرف فرض تبلیغ بھی ادا ہوتا رہے گا۔ پھر صرف غیر مذاہب کے بڑے بڑے آدمیوں سے ہی ملاقاتیں نہ کی جائیں بلکہ مسلمان افسروں سے بھی ملیں اس طرح ان لوگوں میں جنہیں قومی احساس نہیں اور جو اپنے فوائد کو قومی ضروریات پر مقدم رکھتے ہیں اور جن کے قلب میں جرات اور دلیری نہیں ہم قومی احساس پیدا کر سکیں گے اور انہیں بہادر اور دلیر بنا سکیں گے۔ آج بہتیرے مسلمانوں میں ایسے ہیں جو بسا اوقات انتہائی بزدلی کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک موقع پر ایک انگریز افسر سے کہا گیا کہ تمہاری عام رَوش مسلمانوں کے خلاف کیوں ہے۔ تو اس نے کہا ہندو مسلمانوں کا جب کوئی ہنگامہ ہوتا ہے تو ہندو یہ شور ڈال دیتے ہیں کہ ہماری قوم تباہ کر دی گئی، ہم لُٹ گئے ہم

برباد ہو گئے۔ لیکن مسلمانوں کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ اگر ان کی کوئی مجلس ریزولیوشن پاس بھی کرتی ہے اور اسے ہمارے پاس لایا بھی جاتا ہے تو جب ہم سے گفتگو ہوتی ہے اپنے ذاتی معاملات لے بیٹھتے ہیں۔ اور ذکر تک نہیں کرتے کہ ہمارے پاس آنے کی اصل غرض کیا ہے۔ بسااوقات ہم جانتے ہیں کہ یہ اس غرض کو لے کر آئے تھے لیکن ان کی گفتگو میں اس کا اشارہ تک نہیں ہوتا۔ جب ان کے دل میں اپنی قوم کا درد ہی نہیں تو ہمارے دل میں کیونکر ان کی حمایت کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ غرض میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری جماعت کے تمام لوگ کیا مبلغ کیا دوسرے افراد ملک کے اس اہم اور بڑے طبقہ میں تبلیغ شروع کر دیں تو ایک طرف تو ہم غافل مسلمانوں میں قومی درد اور قومی خدمت کا احساس پیدا کرا سکیں گے اور دوسری طرف ہماری کوششیں ملک میں امن و امان قائم کرنے کا بھی موجب ہوں گی اس کے لئے میں مرکز کو ہدایات بھی بھیج رہا ہوں انہیں میں یہاں نہیں بیان کرتا لیکن یاد رکھو مرکزی کوشش تو ایک دھکا ہوتی ہے جیسے بچے اینٹوں کو ایک دوسری کے پیچھے کھڑا کر کے پہلی اینٹ کو دھکا دیتے ہیں تو تمام اینٹیں گرتی چلی جاتی ہیں لیکن اگر باقی اینٹیں دھکا قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو پہلی اینٹ کو دھکا دینے کا کیا فائدہ۔ پس جہاں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی نہ کوئی محرک طاقت ہو وہاں یہ بھی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی اس محرک کو قبول کرنے کی بھی صلاحیت رکھے۔ پس اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کرو اور ایک متحدہ قوت کے ساتھ میدان عمل میں نکل کھڑے ہو۔ تب تمہاری کامیابی یقینی ہے۔ میں کہتا ہوں اگر تم سب کو پورا احمدی نہ بنا سکے تو بھی سلسلہ کے متعلق ان کے تعصب کو تو ضرور کم کر سکو گے اور ان کی دشمنی کو نرم کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ لیکن ابھی تک جماعت میں سستی کا مرض ہے اور اس وجہ سے لوگ تبلیغ کے لئے نہیں نکلتے۔ یاد رکھو سب طبقوں کے لوگوں کو تبلیغ کرنا ہمارا فرض ہے۔ یہ غلط عذر ہے کہ وہ ہماری باتیں نہیں سنتے۔ وہ تو شکار ہیں اور تم شکاری۔ ان کی کوشش ہے کہ تم سے بھاگیں لیکن تمہارا فرض ہے کہ ان کو تلاش کر کے حقانیت سے شکار کرو۔ شکار کب آسانی سے شکاری کے قبضہ میں آجاتا ہے۔

پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ تمام جماعتیں اپنے حلقہ ہائے تبلیغ کو وسیع کریں۔ یہ مت خیال کرو کہ چھوٹے بڑے کو کیونکر تبلیغ کر سکتے ہیں۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک چپڑاسی بھی جا کر کسی بڑے آدمی کو تبلیغ کرے گا تو اس شخص پر بہت بڑا اثر ہو گا اور اسی شخص کے ہم پلہ شخص کی تبلیغ سے بھی بڑھ کر اس چپڑاسی کی تبلیغ مؤثر ثابت ہو گی۔ ایک چھوٹا آدمی اس شخص کو جسے

دنیاوی وجاہت حاصل ہو اس طرح بھی تبلیغ کر سکتا ہے کہ ہر روز اس کے گھر جا کر اس کا کوئی کام کر آیا کرے۔ بازار سے سودا وغیرہ ہی خرید کر لادے۔ اور چھوٹے موٹے کام کر دے۔ اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرتا رہے۔ لیکن کسی دنیاوی فائدہ کی توقع نہ رکھے اور اپنے کام کے بدلہ میں کوئی چیز قبول نہ کرے۔ حتیٰ کہ اگر پیاس لگے تو پانی بھی اس کے گھر سے نہ پیئے۔ اس وقت جب وہ امیر آدمی دیکھے گا کہ یہ بِلا معاوضہ صرف دینی جذبہ کے ماتحت میرا کام کر رہا ہے تو ضرور اس پر اثر ہو گا۔ وہ کون ہے جس کا کوئی کام ہر روز مفت کر جائے، معاوضہ کی توقع نہ رکھے اور پھر اسے کام سے ہٹا دے۔ اس طرح مسلسل طور پر بااثر تبلیغ کی جا سکتی ہے۔ اور بھی بہت سے ذرائع ہیں جن سے ایک غریب آدمی امیر کو تبلیغ کر سکتا ہے۔ غریبی اور چھوٹے ہونے کا سوال ہی کیا ہے۔ اسلامی وقار خود ایسا ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی۔ صحابہ کرام کو دیکھو کس جوش و خروش، آزادی اور دلیری سے بادشاہوں کے درباروں میں جا کر تبلیغ کرتے تھے، حالانکہ اس وقت ان کی کوئی ایسی دنیاوی وجاہت نہ تھی۔ غرض ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اس طبقہ میں بھی دینی تبلیغ شروع کر دے۔ البتہ جن جگہوں پر ہماری جماعت نہیں ہے یا افراد نہیں پہنچ سکتے وہاں تبلیغ پہنچانے کا انتظام مرکز کرے گا۔ بہرحال خدا تعالیٰ نے ہمیں نور دیا ہے اور دنیا میں ضلالت اور تاریکی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس نور کو پھیلائیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اتنی قوت دے کہ اس نُور سے جو اپنے فضل سے اس نے دیا ہے اس ظلمت تاریکی اور گمراہی کو دور کر سکیں جو شیطان نے اس وقت سے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی دنیا میں پھیلا رکھی ہے۔

(الفضل ۲۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

۱؎ البقرۃ: ۱۹۰

۲؎ بنی اسرائیل: ۸۵